5178/2
385

No.:
Date: . . ( )

دار الافتاء
فتوی نمبر ۵۰/۲۹۶

بسمہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں؟؟؟

مسئلہ ۱: کیا حجام کیلئے لوگوں کی داڑھیاں کاٹنا جائز ہے؟ اگر وہ لوگوں کی داڑھیاں کاٹ کر مال کمائے تو ایسے مال کا کیا حکم ہے؟؟؟

مسئلہ ۲: بعض حضرات کے پائنچے ٹخنوں سے نیچے ہوتے ہیں اور یہ عمل انکا معمول ہوتا ہے۔ اس حال میں انکا نماز پڑھنا کیسا ہے؟؟؟

مسئلہ ۳: بعض حضرات ٹوپی نہیں پہنتے اور یہ عمل انکا معمول ہوتا ہے اس حال میں انکا نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟؟؟

مسئلہ ۴: اگر کوئی شخص داڑھی کاٹتا ہو اس حال میں اسکا اذان یا اقامت دینا کیسا ہے؟ نیز یہ کہ دوسرے داڑھی والے بھی موجود ہوں تو پھر بھی بغیر داڑھی والا یعنی داڑھی کاٹنے والا اذان یا اقامت دے تو کیا حکم ہے؟؟؟

مسئلہ ۵: کیا چھوٹے بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لیکر جانا جائز ہے؟ بچوں کے سمجھدار ہوجانے کی کیا عمر ہے یا وہ کونسے افعال ہیں کہ جن افعال کو ہم بچوں میں دیکھیں تو ہم انھیں سمجھدار سمجھیں؟ نیز یہ کہ اگر ہم بچوں کو مسجد میں لیکر جائیں تو انھیں صف کے بیچ میں اپنے ساتھ کھڑا کریں یا صف کے کنارے پر الگ سے؟

Scanned by CamScanner

No.:

Date: . . ( )

مسئلہ: اگر کوئی شخص "ٹی وی" یا "وی سی آر" یا "سی ڈی پلیئر" وغیرہ بیچتا ہو یعنی ایسی اشیاء کہ جسمیں دونوں احتمال موجود ہو کہ اگر ان کا صحیح استعمال کیا جائے تو وہ جائز ہو اور اگر غلط استعمال کیا جائے تو وہ ناجائز ہو تو اس شخص کی کمائی کا کیا حکم ہے؟؟؟

نیز یہ کہ جو لوگ "ٹی-وی" کی کیبل (Cable) لگاتے ہیں جس سے "ٹی-وی" میں چینل آتے ہیں اور اکثر چینل ڈراموں اور فلموں کے ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کی کمائی کا کیا حکم ہے؟؟؟

شکریہ

دار الافتاء

مستفتی: نصر اللہ
موبائل نمبر: 0324-2165214

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱)۔۔۔داڑھی مونڈنا یا مشین سے ایک مشت سے کم کرنا شرعاً ناجائز ہے۔اور حجام کی آمدنی کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ شیو بناتا ہے یا داڑھی ایک مشت سے کم کرتا ہے تو ان دونوں کاموں کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی آمدنی ناجائز ہے اور ان دونوں کاموں کے علاوہ جو کام وہ کرتا ہے، مثلاً بال کاٹنا، سر مونڈنا یا خط بنانا، تو ان کاموں سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے۔(تبویب۔۱۵۴۴/۹)

(۲)۔۔۔شلوار تہبند وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا عام حالات میں بھی ممنوع اور غیر مشروع ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے، اور اگر نماز کی حالت میں پاجامہ، تہبند وغیرہ سے ٹخنے چھپے ہوئے ہوں تو نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔ لہٰذا عام حالات میں بھی اور بطور خاص نماز کی حالت میں اس ممنوع اور غیر مشروع فعل سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ آدمی گناہ سے بچا رہے اور نماز بھی بلا کراہت ادا ہو۔(تبویب ۱۵۶۰/۱۴)

(۳)۔۔۔نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی سر پر ٹوپی رکھنا اسلامی تہذیب میں داخل ہے، اور بلا عذرِ شرعی سر کھلا رکھنے کی عادت ناپسندیدہ ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیئے۔(تبویب ۳۹/۲۱۲۳) بغیر عذر اور بلا وجۂ شرعی محض سستی اور کاہلی کے سبب ننگے سر نماز پڑھنا، پڑھانا مکروہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (1 / 640)

(و) كره (كفه) أي رفعه ولو لتراب كمشمر كم أو ذيل (وعبثه به) أي بثوبه (وبجسده)....... (وصلاته حاسرا) أي كاشفا (رأسه للتكاسل) ولا بأس به للتذلل.

(۴)۔۔۔ایسے شخص کو اپنے اختیار سے باقاعدہ مؤذن بنانا مکروہِ تحریمی یعنی ناجائز ہے، لہٰذا اپنے اختیار سے ایسے شخص سے اذان کہلوانے سے احتراز کرنا چاہیئے، بالخصوص جبکہ دوسرے باشرع افراد موجود ہوں، البتہ اگر کسی موقع پر ایسا شخص اذان یا اقامت دیدے تو ادا ہو جائے گی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔(تبویب ۱۳۲۲/۳)

الدر المختار – (1 / 392)

(ويكره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه) على المذهب (و) أذان (امرأة) وخنثى (وفاسق) ولو عالما

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (1 / 277)

(قوله: وكره أذان الجنب وإقامته وإقامة المحدث وأذان المرأة والفاسق والقاعد والسكران)..... وأما الفاسق فلأن قوله لا يوثق به ولا يقبل في الأمور الدينية ولا يلزم أحدا فلم يوجد الإعلام.

1174

Scanned by CamScanner

الفتاوى الهندية – (1 / 54)

ويكره أذان الفاسق ولا يعاد. هكذا في الذخيرة.

(۵)۔۔۔بچوں کو مسجد میں لانے کے لئے عمر کی کوئی حد متعین نہیں ہے، ایسے چھوٹے ناسمجھ بچے جن کی وجہ سے مسجد ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو یا نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو، ان کو مسجد میں لانا درست نہیں ہے، اور جو بچے سمجھدار ہوں، یعنی مسجد کے آداب کا خیال رکھ سکتے ہوں اور ان سے لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع نہ ہو، ایسے بچوں کو مسجد میں لانا درست ہے۔

اصل تو یہ ہے کہ بچوں کو مردوں کی صفوں کے پیچھے الگ صف میں کھڑا کیا جائے، البتہ اگر یہ خطرہ ہو کہ الگ کھڑے ہو کر بچے شرارت کریں گے تو ان کو بڑوں کی صف میں دائیں بائیں کھڑا کرنا بھی درست ہے، لیکن دیر سے آنے والے مردوں کے لئے بچوں کو اگلی صف سے کھینچ کھینچ کر پیچھے لانا جائز نہیں۔(تبویب۔۷۷۵/۳۳)

(۶)۔۔۔"ٹی وی"، "وی سی آر" اور "سی ڈی پلیئر" وغیرہ کا کاروبار فی نفسہ جائز ہے، کیونکہ یہ اشیاء معصیت کے ساتھ خاص نہیں، البتہ "ٹی وی" اور وی سی آر" کا اکثر استعمال چونکہ گناہ میں ہوتا ہے اس لئے ان کے بجائے کسی اور چیز کا کاروبار کرنا بہتر ہے۔(تبویب۔8/1437) اور یہی حکم کیبل لگانے کا بھی ہے۔واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

سلمان احمد عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۵/رجب المرجب/۱۴۳۷ھ

13/اپریل/2016ء

الجواب صحیح

الجواب صحیح

شاہ محمد تفضل علی

مفتی

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

50704
375

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ :

ہمارے گاؤں کا نام ''انبار بانڈہ ریگی شینو خیل'' کوہاٹ شہر سے تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ہمارے گاؤں اور شہر کے درمیان بہت سارے کھیت اور باغات ہیں اور درمیان میں بہت بڑی نہر بھی بہتی ہے ہمارے گاؤں کی کل آبادی بشمول عورتیں، بچے اور بالغ افراد ملکر ۱۲/بارہ سو سے زائد نہیں ہوگی، ہمارے گاؤں میں ڈاکخانہ، تھانہ اور ہسپتال نہیں ہیں، نیز ہمارے گاؤں میں ایسی کوئی بازار بھی نہیں جس میں ضروریاتِ زندگی کے اکثر اشیاء مل سکے، صرف چار یا پانچ دوکانیں ہیں جن میں دال، چینی اور چاول وغیرہ ملتے ہیں، یعنی وہاں گوشت، کپڑے وغیرہ کی کوئی ایک دکان بھی نہیں ہے، اب ہمیں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کی اشد ضرورت ہے براہ کرم ان کی جوابات عنایت فرمائیں۔

(۱)۔۔۔مذکورہ صورت حال کے پیش نظر ہمارے گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)۔۔۔اگر جائز نہیں ہے تو ہم نے جو بیس یا پچیس سال تک اس مسجد میں جمعہ کی نمازیں پڑھی ہیں اس کا کیا حکم ہوگا؟ یعنی ہم پر اس مدت کی نمازیں لوٹانا واجب ہیں یا نہیں؟

(۳)۔۔۔اگر ہمارے گاؤں میں نمازِ جمعہ واجب نہ ہو، تو ہمارے لئے شہر میں نماز جمعہ کے لئے جانا ضروری ہے یا نہیں؟

(۴)۔۔۔اگر مذکورہ صورت حال کے پیش نظر ہمارے گاؤں کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جارہی ہو اور کوئی جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے محلہ کی مسجد میں نہ جائے تو اس نہ جانے کی وجہ سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

وضاحت: سائل سے بذریعہ فون معلوم ہوا کہ مذکورہ گاؤں اور شہر کی آبادی کے درمیان نہر کی وجہ سے نصف کلومیٹر کے بقدر اتصال منقطع ہے، اور اس کا اپنا الگ نام ''انبار بانڈہ ریگی شینوخیل'' ہے۔

مستفتی: حافظ الرحمٰن
انبار بانڈہ ریگی شنو خیل تحصیل و ضلع کوہاٹ
فون نمبر: 03005991693

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۸۲/۱۹۹۶

جواب منسلک ہے۔

0300

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

(ا)۔۔۔ حضرات ائمہ احناف کے نزدیک جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے شہر، فناء شہر یا قصبہ کا ہونا شرط ہے، اور اس کے علاوہ میں جمعہ پڑھنا درست ہی نہیں، سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر واقعۃً درست ہے تو اس کے مطابق آپ کا گاؤں قصبہ یا بڑا گاؤں نہیں ہے بلکہ چھوٹا گاؤں ہے، جہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں ادا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس میں جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنا لازم ہے۔ (ماخذہ: التبویب ۶۷/۸۴۰)

مصنف ابن أبي شيبة – ترقيم عوامة (2/ 101)

5099 حدثنا عباد بن العوام ، عن حجاج ، عن أبي إسحاق ، عن الحارث عن علي قال : **لا جمعة ، ولا تشريق ، ولا صلاة فطر ، ولا أضحى ، إلا في مصر جامع ،** أو مدينة عظيمة.

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (2/ 137)

(ويشترط لصحتها) سبعة أشياء:

الأول: (**المصر** وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوى أكثر الفقهاء

(قوله ويشترط إلخ) قال في النهر: ولها شرائط وجوبا وأداء منها: ما هو في المصلى. ومنها ما هو في غيره والفرق **أن الأداء لا يصح بانتفاء شروطه** ويصح بانتفاء شروط الوجوب ونظمها بعضهم فقال:

وحر صحيح بالبلوغ مذكر ... مقيم وذو عقل لشرط وجوبها

ومصر وسلطان ووقت وخطبة ... وإذن كذا جمع لشرط أدائها

(وفيها ايضا) (2/ 137)

عن أبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره يرجع الناس إليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الأصح-

الهداية في شرح بداية المبتدي (1/ 82)

" لا تصح الجمعة إلا في مصر جامع أو في مصلى المصر ولا تجوز في القرى " لقوله عليه الصلاة والسلام " لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع " والمصر الجامع كل موضع له أمير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود وهذا عند أبي يوسف رحمه الله وعنه أنهم إذا اجتمعوا في أكبر مساجدهم لم يسعهم والأول اختيار الكرخي وهو الظاهر -

جاری ہے۔۔۔

0301

Scanned by CamScanner

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية (1/ 259)

أما المصـــر الجامع فشـــرط وجوب الجمعة وشـــرط صـــحة أدائها عند أصـــحابنا حتى لا تجب الجمعة إلا على أهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذا لا يصح أداء الجمعة إلا في المصـــر وتوابعه فلا تجب على أهل القرى التي ليســـت من توابع المصر ولا يصح أداء الجمعة فيها ....

ولنا ما روي عن النبي – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: «لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع» ، وعن علي – رضي الله تعالى عنه – «لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع» ، وكذا النبي – صلى الله عليه وسلم – «كان يقيم الجمعة بالمدينة» ، وما روي الإقامة حولها، وكذا الصحابة – رضي الله تعالى عنهم – فتحوا البلاد وما نصبوا المنابر إلا في الأمصار فكان ذلك إجماعا منهم على أن المصر شـــرط؛ ولأن الظهر فريضـــة فلا يترك إلا بنص قاطع والنص ورد بتركها إلا الجمعة في الأمصـــار ولهذا لا تؤدى الجمعة في البراري؛ ولأن الجمعة من أعظم الشـــعائر فتختص بمكان إظهار الشعائر وهو المصر.

(۲)۔۔۔سوال میں ذکر کردہ حالات کے پیشِ نظر آپ کے گاؤں میں حضراتِ حنفیہ کے مطابق جمعہ کی نماز پڑھنا درست نہیں، لہٰذا آپ لوگوں پر لازم ہے کہ اس گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے اجتناب کریں، اور جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کریں، اور اب تک آپ لوگوں نے مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی جتنی نمازیں پڑھی ہیں تو ان کی قضاء آپ لوگوں پر لازم ہے۔

البتہ اگر آپ لوگوں نے کسی مستند عالمِ دین سے پوچھ کر مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا شروع کی تھی اور چاروں مذاہب میں سے کسی کے مطابق مثلاً فقہ شافعی کے مطابق یہاں جمعہ پڑھنا جائز ہو سکتا ہو، تو چونکہ بیس، پچیس سال کی نمازوں کی قضاء کرنے میں حرج معلوم ہوتا ہے، اس لیے اگر اب تک پڑھی ہوئی نمازوں کی قضاء نہ کی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، البتہ فرض نماز کی وجہ سے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ آپ میں سے جو لوگ جتنی نمازوں کی قضاء کر سکتے ہیں، وہ قضاء کرلیں، اور آئندہ اپنے گاؤں میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

التاتارخانية(252/2)

2339: وذكر الســيد الامام ابو القاســم الســمرقندى فى كتاب الملتقط :اذا وقعت صلاة الامام فاسدة،ينبعى ان يخبر الناس الذين صلوا خلفه ،ليعيدوا صلاتهم،فان غابوا يكتب اليهم من يامرهم بذالک، ليخرج هو وهم من العهدة، الا اذا كان فى فصــل مجتهد فيه، جاز ان ياخذ فى تلک الصــلاة بقول من يقول بالجواز، كما حكى ان ابا يوسف اغتســل يوم الجمعة وصلى ببغداد،فوجدوا فى تلک البئر فارة ميتة، فاخبر بذالک فقال :ناخذ بقول اخواننا من اهل المدينة تمســكا بالحديث المروى عن النبى عليه الســلام انه قال ''اذا بلغ الماء قلتين لا يحتمل خبثا''اما اذا كان الفساد بامر حتم يامر الناس بالاعادة۔

جاری ہے...

٤٢

0302

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (1/ 75)

وأن الحكم الملفق باطل بالإجماع، **وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا، وهو** المختار في المذهب، وأن الخلاف خاص بالقاضي المجتهد، وأما المقلد فلا ينفذ قضاؤه، بخلاف مذهبه أصلا كما في القنية.

(قوله: وأن الرجوع إلخ) صرح بذلك المحقق ابن الهمام في تحريره، ومثله في أصول الآمدي وابن الحاجب وجمع الجوامع، **وهو محمول** كما قال ابن حجر والرملي في شرحيهما على المنهاج وابن قاسم في حاشيته **على ما إذا بقي من آثار الفعل السابق أثر يؤدي إلى تلفيق العمل بشيء لا يقول به من المذهبين،** كتقليد الشافعي في مسح بعض الرأس، ومالك في طهارة الكلب في صلاة واحدة، وكما لو أفتى ببينونة زوجته بطلاقها مكرها ثم نكح أختها مقلدا للحنفي بطلاق المكره ثم أفتاه شافعي بعدم الحنث فيمتنع عليه أن يطأ الأولى مقلدا للشافعي والثانية مقلدا للحنفي، **أو هو محمول على منع التقليد في تلك الحادثة بعينها لا مثلها** كما صرح به الإمام السبكي وتبعه عليه جماعة، وذلك كما لو صلى ظهرا بمسح ربع الرأس مقلدا للحنفي فليس له إبطالها باعتقاد لزوم مسح الكل مقلدا للمالكي. وأما لو صلى يوما على مذهب وأراد أن يصلي يوما آخر على غيره فلا يمنع منه، على أن في دعوى الاتفاق نظرا، فقد حكي الخلاف، فيجوز اتباع القائل بالجواز كذا أفاده العلامة الشرنبلالي في العقد الفريد، ثم قال بعد ذكر فروع من أهل المذهب صريحة بالجواز وكلام طويل: **فتحصل مما ذكرناه أنه ليس على الإنسان التزام مذهب معين، وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه** ويعمل بأمرين متضادين في حادثتين لا تعلق لواحدة منهما بالأخرى، وليس له إبطال عين ما فعله بتقليد إمام آخر؛ لأن إمضاء الفعل كإمضاء القاضي لا ينقض. **وقال أيضا: إن له التقليد بعد العمل كما إذا صلى ظانا صحتها على مذهبه ثم تبين بطلانها في مذهبه وصحتها على مذهب غيره فله تقليده، ويجتزي بتلك الصلاة على ما قال في البزازية: إنه روي عن أبي يوسف أنه صلى الجمعة مغتسلا من الحمام ثم أخبر بفأرة ميتة في بئر الحمام فقال نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة «إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا»**

المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة (3/ 380)

وفي «مجموع النوازل»: سئل شيخ الإسلام أبو الحسن عطاء بن حمزة رحمه الله عن رجل غاب عن امرأته غيبة منقطعة وقد كان النكاح بينهما بشهادة الفسقة هل يجوز إلى القاضي أن يبعث للقاضي الشفعوي ليبطل هذا النكاح بهذا السبب. قال نعم، وللقاضي الحنفي أن يفعل ذلك نفسه أخذاً بهذا المذهب، وإن لم يكن هذا مذهبه، **فقد ذكر في «الكتاب» القاضي إذا قضى بشيء ثم ظهر أنه قضاء بخلاف مذهبه إنه ينفذ قضاؤه، وقد ذكرنا هذه المسالة من قبل. قال فروي عن أبي يوسف رحمه الله أنه صلى بالناس للجمعة ثم أخبر بوجود الفارة في بئر الحمام وقد كان اغتسل فيه**

جاری ہے ---

0303

وكان ذلك بعد تفرق الناس فقال نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة أن الماء إذا بلغ قلتين لا يحمل خبثاً ولم يكن مذهبه.

الفقه الإسلامي وأدلته-أ. د. وهبة الزحيلي (1/ 56)

الحكم الملفق عند الحنفية باطل؛ كما أن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل، على ماهو المختار في المذهب، فمن صلى ظهراً بمسح الرأس مقلداً للحنفي، فليس له إبطال صلاته باعتقاده لزوم مسح كل الرأس مقلداً للمالكي.

وأجاز بعض الحنفية التقليد بعد العمل، كما إذا صلى ظاناً صحة صلاته على مذهبه، ثم تبين بطلانها في مذهبه، وصحتها على مذهب غيره فله تقليده، ويجتزئ بتلك الصلاة، على ماقال في الفتاوى البزازية: روي عن أبي يوسف أنه صلى الجمعة مغتسلاً من الحمام، ثم أخبر بفأرة ميتة في بئر الحمام، فقال: نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة: «إذا بلغ الماء قُلَّتين (لم يحمل خبثاً» .

وفيها ايضا (1/ 93)

قال الشرنبلالي الحنفي في العقد الفريد بعد أن ذكر فروعاً من أصل المذهب صريحة بجواز التلفيق: فتحصل مما ذكرناه أنه ليس على الإنسان التزام مذهب معين، وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه، مقلداً فيه غير إمامه، مستجمعاً شروطه، ويعمل بأمرين متضادين في حادثتين لا تعلق لواحدة منهما بالأخرى. وليس له إبطال عين ما فعله بتقليد إمام آخر، لأن إمضاء الفعل كإمضاء القاضي لا ينقض. **وقال أيضاً: إن له التقليد بعد العمل، كما إذا صلى ظاناً صحة الصلاة على مذهبه، ثم تبين بطلانها في مذهبه، وصحتها على مذهب غيره فله تقليده، ويجتزئ بتلك الصلاة، على ما قال في البزازية: أنه روي عن أبي يوسف: أنه صلى الجمعة مغتسلاً من الحمام، ثم أخبر بفأرة ميتة في بئر الحمام، فقال: نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة: إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثاً**

والخلاصة: إن ضابط جواز التلفيق وعدم جوازه: هو أن كل ما أفضى إلى تقويض دعائم الشريعة والقضاء على سياستها وحكمتها، فهو محظور، وخصوصاً الحيل الشرعية الممنوعة (1) .وأن كل ما يؤيد دعائم الشريعة ، وما ترمي إليه حكمتها وسياستها لإسعاد الناس في الدارين بتيسير العبادات عليهم، وصيانة مصالحهم في المعاملات، فهو جائز مطلوب.

الفتاوى البزازية (2/ 9)

* سئل شيخ الإسلام عن أبي الصغيرة وزوجها من صغير، وقبل عنه أبوه بشهادة الفسقة، وكبرا وبينهما غيبة منقطعة، للقاضي أن يبعث إلى شافعي حتى يقضي ببطلان هذا النكاح بهذا السبب، **وللقاضي الحنفي ان يفعله بنفسه ايضاً اخذاً بهذا المذهب، وإن كان على خلاف مذهبه بناء على أن قضاء القاضي بخلاف مذهبه نافذ عند الإمام**
* **وروى عن الإمام الثاني: انه صلى يوم الجمعة مغتسلاً من الحمام، وصلى بالناس**

جاری ہے ---

0364

وتفرقوا، ثم أخبر بوجود فارة ميتة في الحمام فقال: إذن نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثاً -

* وسئل أيضاً عن بكر بالغة شافعية زوجت نفسها من حنفي أو شافعي بلا رضا الأب، هل يصح هذا النكاح؟ أجاب عنه نعم وإن كانا يعتقدان عدم الصحة، لأنا نجيب بمذهبنا لا بمذهب الخصم، لاعتقادنا أنه خطأ يحتمل الصواب، وإن سئلنا كيف مذهب الشافعي فيه؟ لا نجيب إلا بما قال الإمام مسنداً إلى الإمام، لأن الإفتاء بما هو خطأ عنده لا يجوز-

مجموع الفتاوى لشيخ الإسلام ابن تيمية (20/ 364)

وَمِنْ ذَلِكَ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنَّ الْإِمَامَ إذَا صَلَّى نَاسِيًا لِجَنَابَتِهِ وَحَدَثِهِ ثُمَّ عَلِمَ أَعَادَ هُوَ وَلَمْ يُعِدْ الْمَأْمُومُ وَهَذَا هُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ كَعُمَرِ وَعُثْمَانَ . وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يُعِيدُ الْجَمِيعُ وَقَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ رِوَايَةً عَنْ أَحْمَد وَالْمَنْصُوصُ الْمَشْهُورُ عَنْهُ كَقَوْلِ مَالِكٍ وَهُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِ **وَمِمَّا يُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَنَّ هَذِهِ الْقِصَّةَ جَرَتْ لِأَبِي يُوسُفَ ؛ فَإِنَّ الْخَلِيفَةَ اسْتَخْلَفَهُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ مُحْدِثًا فَأَعَادَ وَلَمْ يَأْمُرْ النَّاسَ بِالْإِعَادَةِ فَقِيلَ لَهُ فِي ذَلِكَ فَقَالَ : رُبَّمَا ضَاقَ عَلَيْنَا الشَّيْءُ فَأَخَذْنَا بِقَوْلِ إخْوَانِنَا الْمَدَنِيِّينَ مَعَ أَنَّ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ فِيهَا خِلَافٌ كَثِيرٌ ؛ لِكَوْنِ الْإِمَامَةِ شَرْطًا فِيهَا**

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية (1/ 259)

وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات، المصر الجامع، والسلطان، والخطبة، والجماعة، والوقت.

أما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة أدائها عند أصحابنا حتى لا تجب الجمعة إلا على أهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذا لا يصح أداء الجمعة إلا في المصر وتوابعه فلا تجب على أهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح أداء الجمعة فيها **وقال الشافعي المصر ليس بشرط للوجوب ولا لصحة الأداء فكل قرية يسكنها أربعون رجلا من الأحرار المقيمين لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا تجب عليهم الجمعة ويقام بها الجمعة** واحتج بما روي عن ابن عباس - رضي الله عنهما - أنه قال أول جمعة في الإسلام بعد الجمعة بالمدينة لجمعة جمعت بجواثى وهي قرية من قرى عبد القيس بالبحرين.

(۳)۔۔۔جمعہ یا عیدین کی نماز ادا کرنے کے لئے گاؤں سے شہر یا قصبہ جانا ضروری نہیں ہے بلکہ اپنے ہی گاؤں میں ظہر کی نماز جماعت سے ادا کریں، تاہم اگر گاؤں سے کوئی شخص شہر یا قصبہ جاکر وہاں نماز جمعہ ادا کرلے تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ ماخذہ التبویب (۲/۵۵۳)

الفتاوى الهندية (1/ 145)

القروي إذا دخل المصر ونوى ان يمكث يوم الجمعة لزمته الجمعة، لانه صار كواحد من اهل المصر في حق هذا اليوم وإن نوى ان يخرج في يومه

جاری ہے ۔۔۔

Scanned by CamScanner

ذلك قبل دخول الوقت أو بعد الدخول لا جمعة عليه ولو صـلى مع ذلك كان مأجورا،
كذا في فتاوى قاضي خان والتجنيس والمحيط.

(۴)۔۔۔جس گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا شرعاً درست نہ ہو، اس کے باوجود اگر وہاں جمعہ کی نماز پڑھی جا رہی ہو تو اگر کوئی شخص اس جماعت میں شریک نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جمعہ کی جماعت میں شریک نہ ہو، اور اس گاؤں میں جمعہ جائز نہ ہونے کی صورت میں دوسرے لوگوں پر بھی لازم ہے کہ وہ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عبدالودود
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۰۶/رجب/۱۴۳۷ھ
۱۴/اپریل/۲۰۱۶ء

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالمنان عفی عنہ
نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۸/رجب/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
۶/رجب/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح
۶/۷/۱۴۳۷ھ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱۲۹۶/۸۲

الجواب صحیح
۷/۷/۱۴۳۷ھ

3822
25

بخدمت مفتیان کرام جامعہ دار العلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(1)

بعد سلام مسنون گزارش ہے کہ داڑھی منڈوانا یا کٹوانا کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(2) نیز کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاری صاحب نے کہا کہ داڑھی منڈانے یا کاٹنے کا گناہ چوبیس گھنٹے (ہمیشہ) ساتھ رہتا ہے جبکہ دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ داڑھی منڈانے یا کاٹنے کا گناہ صرف منڈانے کے وقت ہوگا، ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا۔ پوچھنا یہ ہے کہ ان میں سے کس کی بات شرعاً درست ہے؟ براہ کرم دلیل کے ساتھ تحریر فرمادیں۔

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۹۲/۱۶۰۹
جامعہ دار العلوم کراچی

المستفتی
عبدالخالق انور
مستقل پتہ ۳۶ جی لانڈھی ریڑھی کالونی
موبائل 03222421483
تاریخ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون ملہم الصواب

(۱) قرآن و حدیث کی رو سے داڑھی رکھنا سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے، اور باجماع امت داڑھی ایک مشت یا اس سے کم ہونے کی صورت میں اسے چھوٹی کرنا یا کترواکر کم کرنا ناجائز ہے، چاروں بڑے اماموں (امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جواہر الفقہ، مولفہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ: جلد ۲ ص ۴۲۳ تا ۴۲۶)

فی فتح القدیر 4/ 370

وَعَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْمَلُ الْإِعْفَاءُ عَلَى إعْفَائِهَا مِنْ أَنْ يَأْخُذَ غَالِبَهَا أَوْ كُلَّهَا ، كَمَا هُوَ فِعْلُ مَجُوسِ الْأَعَاجِمِ مِنْ حَلْقِ لِحَاهُمْ كَمَا يُشَاهَدُ فِي الْهُنُودِ وَبَعْضِ أَجْنَاسِ الْفِرِنْجِ ، فَيَقَعُ بِذَلِكَ الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَاتِ ، وَيُؤَيِّدُ إرَادَةَ هَذَا مَا فِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : { جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ } فَهَذِهِ الْجُمْلَةُ وَاقِعَةٌ مَوْقِعَ التَّعْلِيلِ .

وفی حاشیة ابن عابدین 2/ 418

وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثه الرجال فلم يبحه أحد اه ملخصا

(۲) صورتِ مسئولہ میں دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہے؛ کیونکہ داڑھی ایک مشت یا اس سے کم ہونے کی صورت میں اسے کم کرنا یا کترواکر چھوٹی کرنا چونکہ باجماعِ ائمہ اربعہ ناجائز ہے، اس لئے داڑھی کو کترواکر مشت سے کم کرنا خود معصیت اور گناہ ہے جسکا ارتکاب داڑھی منڈانے اور کٹوانے کے وقت ہو رہا ہے۔ اور اسکے بعد بھی چونکہ شخصِ مذکور ناجائز طور پر مونڈی ہوئی یا ناجائز طور پر کاٹی ہوئی داڑھی کے گناہ میں مبتلیٰ ہے اس لئے یہ کہنا بھی شرعی نقطہ نگاہ سے درست ہے کہ مذکور گناہ اس وقت تک ہر وقت ساتھ ہے جب تک وہ اس سے توبہ کرکے ناجائز طور پر داڑھی نہ منڈانے اور نہ کٹوانے کا پختہ عزم نہ کرلے۔ اس لئے ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ اس گناہ سے توبہ کریں، اور اپنی داڑھی شریعت کے مطابق رکھیں۔ واللہ اعلم بالصواب

احقر شاہ محمد تفضل علی
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۵ مارچ ۲۰۱۴ء

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
۲۷/۵/۱۴۳۵ھ

دار الافتاء
فتوی نمبر ۶۲/۱۶۰۹

مفتی

0227

Scanned by CamScanner